(۴۲)

قرآن مجید کے معنی کرنے میں بہت احتیاط کرو

(فرمودہ ۹۔ اکتوبر ۱۹۱۴ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کی:۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِأَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ۔[1]

اس کے بعد فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ یہود کی ایک اور خصلت بیان فرماتا ہے کہ ایک بات لکھتے پھر کہتے ہیں کہ یہ ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہے۔ اس سے ان کی یہ غرض ہوتی ہے کہ کچھ مال مل جائے، آمدنی ہو جائے، عزت بڑھ جائے۔ یہود میں بہت کثرت سے اس قسم کے قصے، معجزات اور آیات مشہور ہیں۔ اور بڑی بڑی کتابیں پائی جاتی ہیں۔ جن کی کوئی اصلیت نہیں ہوتی لیکن وہ خدا کی طرف انبیاء اور اولیاء کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ چنانچہ اس وقت یہودیوں کے تمام عملیات کا دارومدار ایک کتاب پر ہے جو کہ حضرت مسیح کے بھی بعد کی لکھی ہوئی ہے۔

ٹائیٹس (TITUS) نے جب یروشلم کو تباہ کیا تو یہود نے ایک جگہ جمع ہو کر یہ کتاب اس لئے تیار کی کہ ہماری حکومت تو تباہ ہو چکی ہے اور بیت المقدس بھی برباد ہو چکا ہے۔ اب مذہب بھی نابود نہ ہو جائے۔ اس وقت جو اقوال ان لوگوں کو یاد تھے وہ ایک جگہ جمع کر دیئے گئے۔ اس میں ایسے ایسے عجیب و غریب قصے، کہانیاں، اور واقعات درج ہیں کہ پڑھ کر حیرت آتی

ہے لیکن ان میں سے وہ کچھ نبیوں کی طرف، کچھ اولیاء کی طرف اور دوسرے بزرگوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ ایسا نہ کریں تو اس کتاب کو کوئی بھی نہ مانے۔ اور اس کے جمع کرنے والوں کی کوئی عزت نہ کرے اور نہ ہی انہیں کچھ روپیہ پیسہ مل سکے۔ اس کتاب کے جمع کرنے والوں کی عزت تو ہوئی ہوگی لیکن انہوں نے روپیہ بھی بہت حاصل کیا ہوگا۔ اور اب بھی کما رہے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ ابھی یہ کتاب ولایت میں چھپی ہے جس کی قیمت ڈیڑھ سو روپیہ رکھی گئی ہے۔ مسلمانوں میں بھی یہ صفت پائی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا کہ مسلمان بھی ایک وقت میں یہود کی طرح ہو جائیں گے ۲؎ آج مسلمانوں میں بھی یہودیوں کی یہ صفت پائی جاتی ہے۔ عجیب قسم کے قصے اور کہانیاں لکھتے ہیں پھر ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزات قرار دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تصدیق اور اسلام کی تائید میں یہ واقعات ظاہر فرمائے ہیں۔ حالانکہ بالکل جھوٹ اور افتراء ہوتا ہے۔ کوئی ہرنی نامہ لکھتا ہے کوئی گوہ کا قصہ گھڑتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربار میں حاضر ہو کر اس نے بڑا فصیح و بلیغ عربی قصیدہ پڑھا تھا۔ تو عجیب و غریب جھوٹے قصے بناتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ نشانات خداوند تعالیٰ کی طرف سے آئے تھے جن سے اسلام کی تائید ہوتی ہے حالانکہ یہ اسلام کی ذلت اور بدنامی کا باعث ہوتے ہیں۔ پھر مسلمان قرآن شریف کی ایسی تفسیر کرتے ہیں کہ ایک واقعہ جس کا کوئی ذکر نہیں ہوتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا ہوتا، صحابہ کرامؓ کی اس کے متعلق کوئی شہادت نہیں ہوتی لیکن مفسر صاحبان اپنی طرف سے جھوٹا واقعہ درج کر دیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے حالانکہ محض افتراء ہوتا ہے۔

ہمارے مقابلہ میں جو مسلمان ہیں ان کو دیکھ لو۔ ہماری مخالفت میں بڑی بڑی کتابیں لکھتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن کی رو سے ہم نے حیاتِ مسیح کو ثابت کر دیا ہے۔ لیکن اگر ایک دلیل بھی قرآن کی ان سے پوچھی جائے تو نہیں بتا سکتے۔ لیکچروں اور وعظوں میں بڑے زور سے کہتے ہیں کہ ہم نے قرآن سے مسیح کا زندہ ہونا ثابت کر دیا ہے جو کہ محض جھوٹ ہوتا ہے اور وہ اپنی طرف سے باتیں بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس طرح کرنے سے ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ شہرت ہو۔ کتابوں کی بکری زیادہ ہو، تو ایسا بہت لوگ کرتے ہیں کہ اپنی طرف سے قصہ گھڑ کر بیان کر دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب

کر دیتے ہیں۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ ایک ایسی بات مسیح کی حیات پر پڑھ دیتے ہیں جس کا کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ لیکن وہ یہی کہے چلے جاتے ہیں کہ اس سے حیات مسیح ثابت ہوتی ہے۔ ایک مرحوم دوست کو یہ واقعہ پیش آیا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کے دعویٰ سے پیشتر براہین احمدیہ کے پڑھنے کی وجہ سے اخلاص رکھتا تھا۔ جب آپ نے دعویٰ کیا تو وہ آپ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ تو بڑے متقی ہیں یہ کیا دعویٰ قرآن کے خلاف کر دیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو دھوکا لگا ہے۔ تو آپ نے فرمایا اگر قرآن سے یہ بات غلط ثابت کر دو تو میں مان لوں گا۔ اس نے کہا کہ میں حیات مسیح کی بیسیوں دلیلیں قرآن شریف سے آپ کو دکھا سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک ہی لاؤ۔ اس کی دوستی محمد حسین بٹالوی سے بھی تھی۔ وہ اس کے پاس آیا اور کہا کہ مرزا صاحب تو بڑے نیک آدمی ہیں انہوں نے میری بات مان لی ہے اور جھگڑا بالکل طے ہو گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک ہی آیت قرآن سے حیات مسیح کی نکال دو تو میں مان لونگا۔ بس آپ مجھے کچھ آیات نکال کر دیجئے تا کہ میں ان کو جا کر بتاؤں۔ مولوی محمد حسین یہ سن کر اسے گالیاں دینے لگ گیا اور کہا کہ تم وہاں کیوں گئے تھے۔ آخر کار جب مولوی محمد حسین نے باوجود اس کے اصرار کے ایک دلیل بھی قرآن شریف سے نہ بتائی تو اس نے سمجھ لیا کہ کوئی دلیل ہے ہی نہیں اس لئے اُس نے آکر بیعت کر لی۔

تو یہ لوگ قرآن سے کوئی دلیل نہیں بتا سکتے۔ لیکن اگر یہ سوال پوچھا جائے تو فوراً کہہ دیتے ہیں کہ قرآن شریف کے خلاف ہے۔ اگر پوچھو کہ قرآن کی کس آیت کے خلاف ہے تو کہتے ہیں کہ فلاں تفسیر میں لکھا ہے فلاں مولوی صاحب کہتے ہیں تو یہ لوگ اپنی طرف سے بات بنا کر خدا تعالیٰ کی کتاب یعنی خدا تعالیٰ ہی کی طرف منسوب کر دیتے ہیں تا کہ لوگ غور اور توجہ سے ان کی باتیں سنیں اور قدر کریں۔ عام طور پر احمدیوں کو غیروں سے مباحثات میں یہ دقت پیش آتی ہے اور مجھے خود بھی ایک دفعہ اس بات کا تجربہ ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے ہم چند آدمیوں کو ایک جگہ لیکچر دینے کیلئے بھیجا۔ راستے میں ایک مولوی صاحب سے مباحثہ ہو گیا۔ میں نے حافظ روشن علی صاحب کو گفتگو کرنے کے لئے کہا۔ حافظ صاحب نے بات چیت شروع کی۔ لیکن وہ مولوی یہی کہتا جائے کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ [۳] میں جوہُ کی ضمیر ہے وہ کدھر جاتی ہے۔ حافظ صاحب نے اس کو کئی دفعہ جواب دیا لیکن وہ بار بار یہی کہتا رہا کہ میرے سوال کا جواب تو ابھی ملا نہیں میں آگے بات کس طرح کروں۔ اگر اس کا جواب دے

دو تو حیات مسیح ثابت ہو جائے۔

چند دن ہوئے۔ایک واعظ نے لکھا تھا کہ ایک مولوی صاحب جو کہ حافظ قرآن بھی تھے مجھے یہ کہا کہ قرآن کریم میں ہے اِتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا۔یعنی ابراہیم علیہ السلام اور امام حنیفہ کے دین کی پیروی کرو۔تو ہم امام حنیفہ کے مذہب پر ہیں یہ آیت اس نے اپنی طرف سے بنا کر کہہ دی حالانکہ قرآن کریم میں ہرگز یہ آیت نہیں بلکہ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا[۴] ہے یعنی ابراہیم کے دین کی جو حنیف تھا پیروی کرو۔تعجب ہے کہ امام حنیفہ جو دو سو سال بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیدا ہوئے ان کی پیروی کرنے کا حکم قرآن میں درج بتاتے ہیں۔تو یہ کس قدر جرأت اور بے باکی ہے کہ ایک فقرہ اپنے مطلب کا بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسی قوم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی جو خود لکھ کر اس کو خدا کی طرف منسوب کرتی ہے۔اس لئے کہ آمدنی ہو اور عزت بڑھے۔مگر ایسے لوگ کبھی سکھ میں نہیں ہوتے۔ان کا کھانا پینا ذلت اور خواری کا ہوتا ہے اور وہ دنیا میں ہی ذلیل ہو جاتے ہیں۔تم دیکھ لو ایک زمانہ تھا علماء کی قدر کی جاتی تھی کہ بادشاہ کی ان کے سامنے مجال نہ ہوتی تھی کہ کچھ کر سکے۔اب تو ترکوں کو یورپ والے بدنام کر رہے ہیں کہ بڑے ظالم اور بے رحم ہیں لیکن ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک ترک بادشاہ کسی بات پر ناراض ہو گیا اور اس نے کہا کہ میں قتل عام کروں گا۔مگر جب شیخ الاسلام نے کہا کہ یہ ناجائز ہے میں اس کی اجازت نہیں دوں گا تو بادشاہ نے شیخ الاسلام کے حکم کے آگے گردن جھکا دی اور کچھ نہ بولا۔تو اس وقت جبکہ علماء میں اتقاء اور پرہیزگاری ہوتی تھی تو ان کی قدر بھی کی جاتی تھی لیکن اب تو دو دو پیسے کو دھکّے کھاتے پھرتے ہیں۔جس کی وجہ یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے کلام کی قدر نہیں کرتا اس کی بھی قدر نہیں کی جاتی۔اس لئے جب سے مسلمانوں نے قرآن شریف کے معنی بدلنے اور اس میں جھوٹے قصے کہانیاں ملانی شروع کی ہیں۔اسی وقت سے ذلیل ہو رہے ہیں۔تعجب آتا ہے کہ لوگوں میں اس حد تک کس طرح جرأت پیدا ہو گئی ہے کہ جھوٹی آیتیں بنا کر شرارت سے لوگوں میں مشتہر کرتے ہیں۔

پنجاب کی ایک مشہور انجمن کے جلسہ میں ایک دفعہ ایک لیکچرار صاحب بار بار ایک عربی عبارت کو دہراتے اور کہتے تھے کہ یہ قرآن کی آیت ہے حالانکہ وہ ہرگز قرآن کی آیت نہیں تھی۔لیکن اس لیکچرار کو مولویوں سے سُن سُن کر اس قدر اس کے آیت قرآنی ہونے پر پختہ

یقین ہو گیا تھا کہ اتنے مجمع میں پے در پے دہراتا تھا۔لوگ جھوٹی آیتیں، حدیثیں، اور معجزے بنا لیتے ہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسی قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔

ہماری جماعت میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے کہ بعض لوگ بڑی جرأت سے قرآن شریف کی آیات کے معنی کر لیتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔اس میں شک نہیں کہ قرآن شریف میں غور اور تدبر کرنا عمدہ بات ہے اور جو لوگ اس بات کو چھوڑ دیتے ہیں وہ تباہ ہو جاتے ہیں مگر جو دل میں معنی آئیں وہی کر دینے یہ بھی ہرگز درست نہیں ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس لئے آئے تھے کہ لوگ یہودی خصلت ہو گئے تھے اور آپ کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی منشاء کے تحت ہماری جماعت قائم ہوئی ہے۔لیکن ہمارے لئے بھی بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔جہاں تک ہو سکے قرآن شریف کے معنی کرنے میں احتیاط کرو۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے معنی اور افعال کے خلاف ہرگز کسی آیت کے معنے نہیں کرنے چاہئیں۔پھر صحابہ کرامؓ کا جن معنوں پر اتفاق ہو ان کے خلاف نہیں ہونا چاہیئے۔پھر جو معنے لغت کے خلاف ہوں ان کے بیان کرنے کی بھی جرأت نہیں کرنی چاہیئے۔یہ قرآن شریف کے معنے کرنے کے قواعد ہیں ان کے مطابق معنے ہونے چاہئیں۔بعض کم عقل کہتے ہیں کہ خُدا صرف و نحو کے قواعد کا پابند نہیں۔گو خدا تعالیٰ کو صرف و نحو کی ضرورت نہیں لیکن ہمیں تو ہے۔اگر خدا تعالیٰ نے لغت اور قواعد زبان کے ماتحت کلام نازل نہیں فرمایا تو ہم کس طرح اس کو سمجھ سکتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ وہ کلام جو ہمارے لئے نازل کیا گیا ہے وہ انہی قواعد کو مدنظر رکھ کر اتارا گیا ہو۔جو کہ ہم جانتے ہوں اور سمجھ سکتے ہوں۔قرآن شریف کے معنے کرنے میں ان باتوں کا لحاظ رکھو کہ (۱) آیت کی تفسیر جو دوسری آیت نے کر دی ہے اسکو مدنظر رکھو (۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس آیت کے معنے فرمائے ہیں ان کو مانو (۳) اس تفسیر کو مانو جو کوئی اللہ کا مامور کرے اور الہام کے ذریعے اُسے جو کچھ بتایا گیا ہو (۴) پھر جن معنوں پر صحابہ کی کثرت رائے ہو (۵) پھر اپنے قیاس کے ماتحت معنی کرو لیکن اس میں لغت اور صرف و نحو کا بڑا لحاظ رکھو اور کبھی اپنی طرف سے زائد بات نہ ملاؤ کیونکہ ایسا کرنا خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکا دیتا ہے۔یہ یہود کی صفت ہے خدا تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے ہماری اصلاح کی ہے۔اس لئے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ان قواعد سے سَرِ مُو [۵] ادھر اُدھر نہ ہونا۔کیونکہ ایسے لوگ ذلیل ہو جاتے ہیں جو خدا کے کلام کے جھوٹے معنے کرتے ہیں۔

خدا تعالیٰ ہم سب کو اس سے بچائے اور اپنے فضل و کرم سے قرآن شریف کے سمجھنے کیلئے صحیح فہم و فراست عطا فرمائے۔

(الفضل ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۱۴ء)

۱؎ البقرۃ:۸۰

۲؎ ترمذی کتاب الایمان باب افتراق ھٰذہِ الامۃ

۳؎ النسآء:۱۵۹ ۴؎ البقرۃ:۱۳۶

۵؎ سَرِ مُوْ: ذرا سا۔ رائی برابر۔ بال کی نوک کے برابر